قل من حرم زينة الله التي اخرج لعباده والطيبت من الرزق ط قل هي للذين امنوا في الحيوة الدنيا خالصة يوم القيمة ط كذلك نفصل الايت لقوم يعلمون ۰ قل انما حرم ربي الفواحش ما ظهر منها وما بطن والاثم والبغي بغير الحق وان تشركوا بالله ما لم ينزل به سلطانا وان تقولوا على الله ما لا تعلمون ۰ [۳۴]

پوچھو تو کہ جو زینت اور کھانے پینے کی پاکیزہ چیزیں خدا نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہیں، ان کو حرام کس نے کیا ہے؟ کہہ دو کہ یہ چیزیں دنیا کی زندگی میں ایمان والوں کے لیے ہیں اور قیامت کے دن خاص انہی کا حصہ ہوں گی۔ اسی طرح خدا اپنی آیتیں سمجھنے والوں کے لیے کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔ کہہ دو کہ میرے پروردگار نے تو بے حیائی کی باتوں کو، ظاہر ہوں یا پوشیدہ اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کرنے کو، حرام کیا ہے اور اس کو بھی کہ تم کسی کو خدا کا شریک بناؤ جس کی اس نے کوئی سند نازل نہیں کی اور اس کو بھی کہ خدا کے بارے میں ایسی باتیں کہو جن کا تمہیں کچھ علم نہیں۔

وكلوا مما رزقكم الله حللا طيبا واتقوا الله الذي انتم به مؤمنون ۰ [۳۵]

اور اللہ کے دیے میں سے ستھری اور حلال چیزیں کھاؤ اور اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

يا ايها الذين امنوا كلوا من طيبت ما رزقنكم فكلوا مما غنمتم حللا طيبا ۰ [۳۶]

اے مومنو! پاک چیزوں میں سے جو ہم نے تم کو دی ہیں، کھاؤ جو تم مال غنیمت لائے اس میں سے حلال طیب کھاؤ۔

يا ايها الرسل كلوا من الطيبت واعملوا صالحا ط اني بما تعملون عليم ۰ [۳۷]

مرسلین کرام! پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو جو تم کرتے ہو، میں جانتا ہوں۔

قل لا يستوي الخبيث والطيب ولو اعجبك كثرة الخبيث ج فاتقوا الله يا ولي الالباب لعلكم تفلحون ۰ [۳۸]

آپ فرما دیں کہ پاک اور ناپاک برابر نہیں۔ اگرچہ تجھے ناپاک کی بہتات اچھی لگے۔ سوائے عقل مندو! اللہ سے ڈرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

عن ابي هريرة رض قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله طيب لا يقبل الا طيبا وان الله امر المومنين بما امر به المرسلين فقال يا ايها الرسل كلوا من الطيبت واعملوا

ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پاک چیزوں کو قبول کرتا ہے اور خداوند تعالیٰ نے مومنوں کو بھی اس چیز کا حکم دیا ہے جس کا حکم اپنے رسولوں کو دیا ہے چنانچہ فرمایا مرسلین کرام! پاک چیزیں کھاؤ اور نیک کام کرو اور فرمایا

صالحاً وقال اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا کلوا من طیبات ما رزقنٰکم ثم ذکر الرجل یطیل السفر اشعث اغبر یمد یدیہ الی السماء یا رب یا رب ومطعمہ حرام ومشربہ حرام وملبسہ حرام وغذی بالحرام فانی یستجاب لذلک (رواہ مسلم)[9]

اے ایمان والو پاکیزہ چیزیں جو ہم نے دی ہیں کھاؤ پھر آپؐ نے اس شخص کا تذکرہ کیا جو طویل سفر کرتا ہے پراگندہ حال اور غبار آلودہ اپنے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھاتا ہے اور کہتا ہے۔ اے پروردگار! مجھے یہ دے وہ دے، حالانکہ اس کا کھانا حرام، اس کا پینا حرام، اس کا لباس حرام، اور حرام ہی میں اس کی پرورش ہوئی پھر کیونکر اس کی دعا قبول کی جائے۔

وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاتی علی الناس زمان لا یبالی المرء ما اخذ منہ امن الحلال ام من الحرام[10] (رواہ بخاری)

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ مال میں جو چیز اسے ملے گی، وہ اس کی پروا نہیں کرے گا کہ حلال ہے یا حرام۔

عن ابی بکرؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یدخل الجنۃ جسد غذی بالحرام (رواہ البیہقی)[11]

حضرت ابوبکرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس بدن نے حرام مال سے پرورش حاصل کی ہے وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔

عن ابن عمرؓ قال من اشتری ثوباً بعشرۃ دراہم وفیہ درہم حرام لم یقبل اللہ تعالیٰ صلوٰتہ ما دام علیہ (رواہ البیہقی)[12]

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ جو شخص (مثلاً) ایک کپڑا دس درہم میں خریدے اور ان میں ایک درہم حرام مال کا ہو تو اللہ تعالیٰ اس وقت تک اس کی دعا قبول نہیں فرمائے گا جب تک اس کے جسم پر وہ کپڑا ہے۔

عن جابرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لحم نبت من السحت وکل لحم نبت من السحت کانت النار اولیٰ بہ[13]

جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ وہ گوشت جس نے حرام سے پرورش پائی ہو، جنت میں داخل نہ ہوگا اور جس گوشت نے حرام مال سے نشوونما حاصل کی وہ دوزخ ہی کے لائق ہے۔

عن عبد اللہ بن مسعودؓ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یکسب عبد

عبد اللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جو بندہ مال حرام کمائے اور صدقہ کرے وہ اس سے قبول

مال حرام فیصدق منه فیتقبل منه و لا ینفق منه فیبارك له فیه ولا یترك خلف ظهره الا کان زاده الی النار ان الله لا یمحو السیئ بالسیئ ولکن یمحو السیئ بالحسن ان الخبیث لا یمحوه الخبیث (رواه احمد)[۴۴]

نہیں کیا جائے گا۔ اسی طرح وہ خرچ کرے تو اس میں برکت نہیں ہو گی۔ اور جو کچھ حرام مال کو مرنے کے بعد چھوڑ جائے وہ اس کے لیے دوزخ کا توشہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے دور نہیں کرتا بلکہ برائی کو بھلائی سے دور کرتا ہے ناپاک مال ناپاکی کو دور نہیں کرتا۔

عن النعمان بن بشیر رض قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الحلال بیّن والحرام بیّن وبینهما مشتبهات لا یعلمهن کثیر من الناس فمن اتقی الشبهات استبرأ لدینه وعرضه ومن وقع فی الشبهات وقع فی الحرام کالراعی یرعی حول الحمی یوشك ان یوقع فیه الا وان لکل ملك حمیً الا وان حمی الله محارمه الا وان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله واذا فسدت فسد الجسد کله الا وهی القلب (متفق علیه)[۴۵]

نعمان بن بشیر رض کہتے ہیں کہ رسول اللہ ص نے فرمایا کہ حلال ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر اور ان دونوں کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں، جنھیں بہت لوگ جانتے نہیں۔ جو شخص مشتبہ چیزوں سے بچا اس نے اپنا دین بچا لیا اور اپنی آبرو کو محفوظ رکھا، اور جو شخص مشتبہ چیزوں میں مبتلا ہوا اس کی کیفیت اس چرواہے کی سی ہے جو چراگاہ کے کنارے اپنے جانوروں کو چرائے اور ہر وقت اس کا خطرہ رہے کہ کوئی جانور کھیت میں گھس جائے۔ خبردار کہ ہر بادشاہ کی ایک حد مقرر ہے اور خدا کی حد حرام چیزیں ہیں۔ آگاہ رہو کہ انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب تک یہ ٹھیک رہتا ہے، سارا بدن ٹھیک رہتا ہے، اور جب وہ خراب ہو جاتا ہے تو سارا بدن خراب ہو جاتا ہے۔ وہ دل ہے۔

عن عائشة رض قالت قال النبی صلی الله علیه وسلم ان اطیب ما اکلتم من کسبکم وان اولادکم من کسبکم (رواه ترمذی)[۴۶]

حضرت عائشہ رض کہتی ہیں کہ رسول اللہ ص نے فرمایا جو چیز تم کھاتے ہو اس میں سب سے بہتر وہ ہے جو تم اپنے ہاتھوں سے کما کر کھاؤ اور تمہاری اولاد بھی تمہارے کسب میں سے۔

قرآن و سنت میں حلال و حرام اور پاک و ناپاک کے متعلق تفصیلی ہدایات آئی ہیں اور تقریباً ان تمام امور کا احصا کیا گیا ہے جو کسی نہ کسی طرح انسان کی مالی جدوجہد کا نتیجہ بنتے ہیں۔ ان نصوص سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ اسلام میں رزق حلال کی کتنی اہمیت ہے۔ اسلام معاشرے کے کسی حصے

میں حرام و خبیث مال کے لیے گنجائش نہیں چھوڑتا۔ فی الحقیقت اسلامی نقطۂ نظر سے کسب جائز، درست خرید و فروخت اور صحیح معاملات معاشی استحکام کی جان ہیں۔ کیونکہ معاشی ناہمواریوں کا اصل سبب غیر صالح رجحانات ہوتے ہیں جن کے نتیجے میں دولت سمٹ کر چند ہاتھوں میں اکٹھی ہوتی رہتی ہے اور پورا معاشرہ ان کا دست نگر ہو جاتا ہے۔ اسلام نے وہ تمام اصول و قواعد بیان کر دیے جن سے تجارت صحیح اصولوں پر قائم ہوتی ہے۔ درست معاملات سے معاشرتی استحکامات ہوتا ہے اور مملکت صحیح معنوں میں فلاحی مملکت قرار پاتی ہے۔ اگر معاشرے کے مالی معاملات میں اسلام کے دیے ہوئے اصولوں کا لحاظ رکھا جائے تو یہ بات بالیقین کہی جا سکتی ہے کہ معاشرے میں کوئی معاشی ناہمواری باقی نہیں رہ سکتی۔

حواشی:

۱ البقرہ: ۲۱۹	۲ المائدہ: ۹۰
۳ ایضاً: ۹۱	۴ باب الکسب وطلب الحلال مشکوٰۃ ص ۲۴۲
۵ البقرہ: ۲۷۵	۶ ایضا: ۲۷۶
۷ الروم: ۳۹	۸ مشکوٰۃ باب الربوٰ ص ۲۴۴
۹ ایضاً: ۲۴۵	۱۰ ابوداؤد کتاب البیوع فی المضطر ص ۳۴۸
۱۱ حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۰۳ مطبوعہ مصر	۱۲ المائدہ

۱۳ نیل الاوطار ج ۲، کتاب البیوع

۱۴ مشکوٰۃ المصابیح کتاب البیوع فی الکسب وطلب الحلال ص ۲۴۱۔

۱۵ ایضاً ۰	۱۶ ایضاً
۱۷ ایضاً	۱۸ ایضاً
۱۹ ابوداؤد کتاب البیوع ص ۳۴۶	۲۰ مشکوٰۃ باب المنہی عنہا من البیوع ص ۲۴۷

۲۱ نجش کے معنی رغبت دلانا اور فریب دینا مثلاً دو شخصوں کے درمیان خرید و فروخت کی گفتگو ہو رہی ہو۔ تیسرا شخص تعریف کر دے تاکہ خریدار کو رغبت دے اور اس شخص کا مقصود خریدنا نہ ہو۔

۲۲؎ مشکوٰۃ المصابیح ۲۳؎ ایضاً

۲۴؎ ایضاً۔ معاومت کے معنی یہ ہیں کہ درخت کے پھل کو نمودار ہونے سے پہلے ایک برس یا چند برسوں کے عوض فروخت کر دیا جائے۔ ثنیا یہ ہے کہ پھل دار درختوں کو بیچ دیا جائے اور پھلوں کی ایک غیر معین مقدار کو باغ سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔ عرایا وہ درخت جو کسی کو عاریتاً دیدیا جائے تاکہ وہ اس کا پھل کھائے۔

۲۵؎ ایضاً ص ۲۴۷ ۲۶؎ ایضاً

۲۷؎ ایضاً ص ۲۴۹ ۲۸؎ ایضاً باب الاحتکار ص ۲۹

۲۹؎ ایضاً ۳۰؎ ایضاً

۳۱؎ ایضاً ۳۲؎ ایضاً ص ۲۵۱

۳۳؎ النحل: ۱۱۴ تا ۱۱۷ ۳۴؎ الاعراف: ۳۲-۳۳

۳۵؎ المائدہ: ۸۸ ۳۶؎ البقرہ: ۱۷۲

۳۷؎ المومنون: ۵۱ ۳۸؎ المائدہ: ۱۰۰

۳۹؎ مشکوٰۃ کتاب البیوع فی الکسب وطلب الحلال ص ۲۴۱

۴۰؎ ایضاً ۴۱؎ ایضاً ص ۲۴۳ (مشکوٰۃ)

۴۲؎ ایضاً ۴۳؎ ایضاً ص ۲۴۲

۴۴؎ ایضاً ۴۵؎ ایضاً ص ۲۴۱

۴۶؎ ایضاً

جیسے رسوم جاہلیت

تصوّراتِ عرب قبل اسلام

دورِ جاہلیت

(مؤلفہ عبید اللہ قدسی)

اس کتاب میں جزیرۂ عرب قبل اسلام کی تہذیب، ثقافت، عقائد، دینی شعائر اور ان کے نظریۂ حیات وموت کو تفصیل سے پیش کیا گیا ہے۔ قیمت چار روپے پچاس پیسے ۴/۵۰ روپے

ملنے کا پتہ: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ۔ کلب روڈ۔ لاہور

محمد اسحاق بھٹی

فتاویٰ حمادیہ

گجرات (کاٹھیاواڑ) کا ایک تاریخی فقہی مخطوطہ

فتاویٰ حمادیہ عربی زبان میں ایک فقہی مخطوطہ ہے جو فقہ احناف کے مسائل پر مشتمل ہے۔ یہ مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے "شیرانی کلکشن" میں موجود ہے اور اس وقت ہمارے پیش نظر ہے۔ اس کا نمبر ۳۹۰۹ ہے۔ سطور ۱۲ سے ۲۳ تک ہیں اور سائز ۵،۲۶ × ۵،۱۲ ہے۔ اوراق ۳۰۴ ہیں۔ مخطوطہ کے اکثر حصے اچھی حالت میں ہیں اور آسانی سے پڑھے جا سکتے ہیں۔ آخر کے بعض مقامات خاصے کرم خوردہ ہیں۔ ابتدا میں غلام علی رضوی کے نام کی مہر ہے۔

فہرست مضامین

مخطوطہ کے ابتدا میں اس کے مندرجات و مضامین کی فہرست ہے جو یہ ہے:

کتاب الطہارۃ۔ کتاب الصلوٰۃ۔ کتاب الزکوٰۃ۔ کتاب الصوم۔ کتاب الحج۔ کتاب النکاح۔ کتاب الطلاق۔ کتاب العتاق۔ کتاب الأیمان۔ کتاب الحدود والسرقۃ۔ کتاب السیر۔ کتاب اللقیط واللقطۃ۔ کتاب الاباق۔ کتاب المفقود۔ کتاب الشرکۃ۔ کتاب الوقف۔ کتاب البیوع۔ کتاب الکفالۃ۔ کتاب الحوالۃ۔ کتاب الدعویٰ۔ کتاب الاقرار۔ کتاب الصلح۔ کتاب المضاربۃ۔ کتاب الودیعۃ۔ کتاب العاریۃ۔ کتاب الہبۃ۔ کتاب الاجارۃ۔ کتاب الاکراہ۔ کتاب الحجر۔ کتاب الغصب۔ کتاب الشفعۃ۔ کتاب القسمۃ۔ کتاب المزارعۃ۔ کتاب الصید والذبایح۔ کتاب الاضحیۃ۔ کتاب الاستحسان۔ کتاب احیاء الموات والشرب۔ کتاب الرہن۔ کتاب الجنایات۔ کتاب الوصایا۔ کتاب الفرائض۔

مقدمۂ کتاب

مخطوطہ کے آغاز میں مصنف کی طرف سے ایک مقدمہ ہے، جس میں اس کی وجہ تالیف بیان کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ اس کی تالیف میں کن کن کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے اور یہ مخطوطہ کس کی طرف منسوب ہے۔ مقدمہ کے الفاظ یہ ہیں:

وبہ نستعین۔ رب یسر و تمم بالخیر۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی نور قلوب الموحدین بنور التوحید والایمان وشرح صدور العلماء بقبول الاسلام والاحسان واحیٰ فواد العارفین باعطاء المعرفۃ والایقان وخص من بینھم المجتھدین بزیادۃ اصابۃ الحق والاتقان ونشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ الذی انزل الاحکام وشرع الشرائع وبیّن الحلال الحرام (و) احل الحلال ان یکتبوہ وحرم الحرام ان یجتنبوہ ۔ علم واعلم۔حکم واحکم۔ وعد واوعد ۔ افتی واوجد امن باتباع احسن ما فی السنن والکتاب ومدح لھم بقولہ اولئک الذین ھدٰھم اللہ واولئک ھم اولوالالباب شہادۃ ھی مصباح مشارق خلاصۃ الاعتقاد کلمۃ ھی مفتاح اعراض تتمۃ الارشاد ونشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ الذی بلغ فی تقریر تھذیب المواعظ (د) غایۃ الاستغناء وبلغ فیما بلغ استقصاء ایضاح سنن وفی الفن الایماء صلی اللہ علیہ والہ وبارک وسلم ما اضیف اصلاح منطق المبتلی الی الفتوی وافیض منتقی زلال حکم الصغری والکبری وسلم تسلیما کثیرا کثیرا ۔

اما بعد فقد قال العبد الراجی الی رحمۃ اللہ الرب الباری ابو الفتح رکن بن حسام المفتی الناکوری اصلحہ اللہ شانہ واعطار بکرمہ برھانہ الخ (اس سے آگے مقدمہ کی عربی عبارت حذف کر دی گئی ہے ۔ اور اس کا اردو ترجمہ دیا جا رہا ہے) ۔

ترجمہ : سب تعریف اس اللہ کے لیے ہے، جس نے موحّدین کے قلوب کو توحید اور ایمان کے نور سے منور کیا۔ علما کے سینوں کو اسلام اور احسان کی قبولیت کے لیے کھول دیا۔ عارفوں کے دلوں کو معرفت وایقان کی دولت سے زندگی بخشی، اور ان میں سے مجتہدین کو اصابت فکر و رائے کے ساتھ، حق واتقان کی منزل تک پہنچنے کی خصوصیت عطا کی۔

ہم شہادت دیتے ہیں کہ بجز اس اللہ وحدہ لاشریک لہ کے، کوئی لائق عبادت نہیں، جس نے احکام نازل فرمائے، شرائع مقرر کیے، حلال اور حرام کے حدود کی وضاحت کی، حلال کے استعمال کو حلال ٹھہرایا تاکہ لوگ اس کو دعمل کرنے کے لیے، ضبط تحریر میں لائیں، اور حرام کو حرام قرار دیا کہ

اس سے دامن کشاں رہیں ۔ وہ اللہ جو خود بھی علیم ہے اور جس نے لوگوں کو بھی علم سکھایا ۔ خود بھی حکیم ہے اور لوگوں کے ذہن و فکر کو بھی استواری بخشی ۔ اس نے (نیک اعمال کی جزا کا) وعدہ کیا، اور (برے اعمال پر) وعید سنائی اور جن خوش بخت لوگوں نے کتاب و سنت کی بہترین طریق سے اتباع کی، ان کی اولئک الذین ھدیھم اللہ واولئک ھم اولوا الالباب (یعنی یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی اور یہی عقل مند لوگ ہیں) کے الفاظ میں تعریف کی ۔ اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، جنھوں نے مواعظ و نصائح کے باب میں عمدہ ترین انداز اختیار کیا۔ آپؐ استغنا اور دنیا سے بے نیازی کے معاملے میں نہایت اونچے درجے پر پہنچے ۔ اور سنن و فرائض کو اس طرح واضح اور منقح فرمایا کہ آپؐ کی زبانِ مبارک سے فتویٰ کی راہیں صاف ہو گئیں اور کسی چھوٹے یا بڑے حکم شرعی میں لغزش کے مواقع باقی نہ رہے ۔ اللھم صل علیہ وسلم کثیرا کثیرا ۔

امابعد ۔ بندہ امیدوار رحمت پروردگار ابوالفتح رکن بن حسام مفتی ناگوری (اللہ اس کی حالت درست فرمائے اور اسے اپنے کرم و برہان کی نعمت سے سرفراز کرے) کہتا ہے کہ جب میں شہر نہروالہ میں آیا (اللہ اس شہر کو تمام مصائب و آلام سے محفوظ رکھے) تو وہاں کے ارکانِ دولت، اعیانِ حکومت اور دیگر لوگوں میں ایک شخص کو سب سے بڑھ کر عالم، فاضل، مجتہد اور حق و باطل کے درمیان حدِ فاصل پایا۔ وہ شخص لوگوں کے عادات و اطوار سے آگاہ ہے اور شریعت کو اساس اور بنیاد ٹھہرا کر فیصلے کرتا ہے ۔ وہ چونکہ انتہائی سمجھدار اور بدرجہ غایت معاملہ فہم ہے، اس لیے کوئی شخص اس کے سامنے خلافِ واقع بات کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اور وہ ذہنی پاکیزگی، معرفت و شعور، تجربہ اور مہارت کے اعتبار سے اس درجہ بڑھا ہوا ہے کہ اس کے حضور نہ کوئی جھوٹی شہادت دے سکتا ہے اور نہ غلط بیانی کر سکتا ہے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ۲۵ سال سے تنفیذ احکام اور محکمۂ قضا پر متمکن ہے اور اس نے دعاوی اور مقدمات کے وہ فیصلے کیے ہیں جو جمہور فقہا کے اقوال اور ان کے فتاویٰ سے عین مطابقت رکھتے ہیں ۔

معلوم ہے وہ کون شخص ہے ۔ وہ اعظم و معظم، اکرم و مکرم، صدر صدور العالم، اہل اسلام میں سے افضل ترین، اشرف بنی آدم قاضی القضاۃ حماد جمال الملۃ والدین احمد ہے ۔ ان کے والد امام اعلم

کامل، فاضل، استاد الثقلین، بحر المعانی، نعمان الثانی، جامع الفروع والاصول، ناقل المعقول والمنقول اور قاضی القضاۃ، مرحوم ومغفور الکریم تھے، اللہ انھیں نعمائے جنت سے سرفراز کرے اور زمانے کی آفات وآلام سے مامون ومصون رکھے۔

انھوں (قاضی حماد بن الکرم) نے میرے اور میرے لڑکے کے جو ایک عالم شخص ہیں اور جن کا نام مولانا داؤد ہے (اللہ انھیں دین اور دنیا کی نعمتیں عطا فرمائے) یہ خدمت سپرد کی کہ ہم مختلف فتوے جمع کریں اور ایسی صحیح اور بہترین روایات اکٹھی کریں جن کی بنیاد پر فقہا نے فتوے جاری کیے ہوں اور جو قضا کے باب میں قابل اعتماد ہوں۔

چنانچہ میں نے اور میرے اس بیٹے نے، ایسی روایات کی تلاش شروع کی جو معتمد علیہ ہوں اور عقل و درایت کی میزان پر پوری اترتی ہوں۔ وہ (قاضی حماد بن اکرم) اللہ کے فضل وکرم سے اس ضمن میں اسی چیز کو پسند کرتے اور محبوب گردانتے تھے، جس پر جمہور فقہا کا اجماع ہو۔ انھوں نے (اس کتاب کی تکمیل کے لیے) ہمارے پاس بہت سا مواد (علمی) جمع کر دیا، جن میں الواقعات بھی شامل ہے لیکن یہ سب مواد (فقہ کی) مختلف ومتفرق روایات واقوال پر مشتمل تھا۔ ہم نے اس تمام سلسلے کو یکجا کیا تاکہ اس پر اعتماد اور رسائی کا سلسلہ سہل ہو جائے اور اس انداز سے مرتب کیا کہ علم و اطلاع میں آسانی ہو۔ ہم نے ہر باب کو اس کے اصل مقام اور ہر فصل کو اس کی اصل حالت پر رکھا۔ بعض ابواب میں ہم نے روایات کا تکرار بھی کیا تاکہ ہر باب سے موافقت ومناسبت کی صورت پیدا ہو جائے اور یہ تکرار مؤلفین کی عادت اور مصنفین اساتذہ کی فطرت کے عین مطابق ہے۔ اس سے ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ طالب، ہر جگہ اپنے مطلب ومقصد کی بات پائے اور مسئلہ کی تلاش وجستجو میں اسے کوئی دقت پیش نہ آئے۔ (اس کتاب کی ترتیب میں) ہم نے جن کتابوں سے استخراج کیا اور مسائل مستنبط کیے ان میں یہ کتابیں شامل ہیں۔

(اس کے بعد ان کتابوں کا ذکر کیا گیا ہے، جن سے مصنف شہیر نے اس فتاوی کی تالیف و ترتیب میں مدد لی۔ یہ دو سو سولہ کتابیں ہیں) جن میں سے ہدایہ، الکافی، الخوارزمی، شرح مجمع البحرین، شرح الوقایہ، تحفۃ الفقہا، شرح طحاوی، النسفی، الخلاصہ، المحیط، فتاوی الناطقی، المبسوط، الذخیرہ، الواقعات للحسامی، فتاوی تاتارخانی، کشف الغوامض، جواہر الفتاوی، فتاوی البرہانی، جامع الفتاوی،

کشف المکتوم، فتاویٰ سمرقندی، فتاویٰ قراخانی، فتاویٰ النوازلی، فتاویٰ ولوالجی، خزانۃ الفقہ، فتاویٰ الصیرفی، تفسیر فخر الدین رازی، دستور القضاۃ، زاد الفقہاء، مشکوٰۃ المصابیح، معالم التنزیل، تفسیر الکشاف، الحاشیۃ البزدوی، فتاویٰ الابانہ، تفسیر شیخ شہاب الدین السہروردی وغیرہ، کتابیں شامل ہیں۔ اگرچہ یہ کتاب (فتاویٰ حمادیہ) فقہ احناف کے مسائل کو محیط ہے، تاہم اس میں ان کتابوں سے بھی استفادہ کیا گیا ہے، جو فقہ امام شافعی پر مشتمل ہیں)۔

ان کتابوں کا ذکر کرنے کے بعد مصنف مقدمہ کے آخر میں فرماتے ہیں:

فلما فرغنا عن جمیع ھذہ المسائل الشریفۃ سمینا ھا بکتاب الحمادی لتکون محمودۃ مقبولۃ مشھورۃ معمولۃ، فان الاعتصام بحبل الکرام یورث المقاصد والمرام، جعلنا اللہ وایاکم من الذین رضی بفضلہ عنھم وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ اجمعین۔

یعنی جب ہم ان تمام مسائل کی جمع و ترتیب سے فارغ ہوئے تو اس کا نام "کتاب الحمادی" رکھا تاکہ یہ اچھے لوگوں میں مقبول، مشہور اور قابل عمل قرار پا جائے۔ اس سے اعتصام و تعلق انسان کو بنیادی مقاصد کا حامل بنا دیتا ہے۔ (دعا ہے) اللہ تعالیٰ ہم کو، آپ کو اور ان سب لوگوں کو جن سے وہ اپنے فضل و کرم سے راضی ہوا، اس زمرہ میں شامل کرے۔ صلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ اجمعین۔

مخطوطہ مختلف لائبریریوں میں

فتاویٰ حمادیہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے علاوہ دنیا کی مختلف لائبریریوں میں موجود ہے۔ مثلاً انڈیا آفس لائبریری لندن، مانچسٹر لائبریری، رام پور لائبریری، بانکی پور لائبریری، کتب خانہ خدیویہ (مصر) اور کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد (دکن)، وغیرہ میں اس کے نسخے موجود ہیں ——— ذیل میں ان نسخوں کا تعارف ملاحظہ فرمایئے۔

(باقی آیندہ)

تبصرے

CONCEPT OF MUSLIM CULTURE IN IQBAL

(اقبال کے نزدیک مسلم ثقافت کا تصور) ناشر: ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد۔ قیمت دس روپے

زیر نظر کتاب کے مصنف جناب مظہر الدین صدیقی ریڈر ادارہ تحقیقات اسلامی ہیں۔ موصوف اس کے دیباچے میں لکھتے ہیں کہ یہ کتاب زیادہ تر علامہ اقبال کے ان خطبات پر مبنی ہے جو The Reconstruction of Religious thought in Islam کے عنوان سے شائع کیے گئے ہیں۔ ان میں سے پانچویں اور چھٹے خطبے میں اقبال نے مسلم ثقافت کے مختلف پہلوؤں پر۔ مثال کے طور پر اس کی روح کا یونانی کلاسیکیت کے خلاف ہونا، اس کا اصول حرکت (اجتہاد) اور تصوف کا ظہور اور فروغ۔ بحث کی ہے۔ مصنف کا کہنا ہے کہ علامہ اقبال نے اپنے خطبات میں ان موضوعات کے بارے میں مختصر سے تبصرے کیے ہیں، لیکن انھوں نے اقبال کی ان آرا میں سے بعض کی زیر نظر کتاب میں وضاحت کرنے اور انھیں تفصیل سے بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ غرض مصنف کے الفاظ میں اس کتاب کو زیادہ صحیح معنوں میں اقبال کی شرح کہا جاسکتا ہے۔

کتاب کا پہلا باب ہے "قرآن کا یونانی کلاسیکیت سے خلاف ہونا"۔ اس بحث کا آغاز فاضل مصنف نے علامہ اقبال کے پانچویں خطبے کی اس عبارت سے کیا ہے، جس میں انھوں نے متصوفانہ اور پیغمبرانہ شعور کے درمیان مقابلہ کرتے ہوئے بتایا ہے کہ اسلام کے ظہور سے انسان کے استقرائی ذہن کے ارتقا کی تکمیل ہوئی۔ چنانچہ ختم نبوت کے ایک معنی یہ ہیں کہ اب کائنات کے راز سربستہ ذہن استقرائی ہی کی مدد سے انسان کی دسترس میں آتے جائیں گے۔ مصنف لکھتے ہیں کہ "اقبال کے الفاظ میں نبوت اور غیر عقلی طریقہ ہائے شعور کو ختم کرنے کے بعد قرآن انسان کی توجہ حصول علم کے تین طریقوں کی طرف مبذول کراتا ہے، اور اسے بتاتا ہے کہ ان کی مدد سے وہ اپنے مقدر کا مالک ہوسکتا ہے۔ ان میں سے ایک فطرت ہے، دوسرا تاریخ اور تیسرا وجدان باطنی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اقبال یہ بھی کہتے ہیں کہ حصول علم کے پہلے دو طریقے ہی ہیں، جن میں کہ اسلام کی روح اپنے بہترین پیرائے میں جلوہ فرما نظر آتی ہے۔"

اس میں شک نہیں کہ قرآن میں بار بار آفاق، انفس اور ایام گزشتہ کے واقعات پر غور کرنے اور ان سے عبرت حاصل کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ اقبال فرماتے ہیں کہ قرآن کی یہ دعوت حقائق واقعی کے مطالعہ ومشاہدہ کی دعوت تھی۔ اس کے مقابلے میں قرآن نے جس یونانی کلاسکیت کا رد کیا، اس کا سارا فکری اثاثہ قیاسیات تھا۔ مصنف لکھتے ہیں کہ اپنا نقطۂ نظر اور واضح کرنے کے لیے اقبال کہتے ہیں کہ علم کے بارے میں مسلم ثقافت کی روح ٹھوس واقعیت اور محدود حقیقت کو اپنا مرکز توجہ بناتی ہے۔ اور یہ کہ اسلام میں مشاہدہ اور تجربے کے طریقے کا وجود میں آنا یونانی فکر سے مفاہمت کی وجہ سے نہ تھا، بلکہ یہ نتیجہ تھا اس سے مسلسل و طویل ذہنی کش مکش کا۔

یونانی کلاسکیت کے متعلق اقبال کے اس موقف کی تشریح کے لیے مصنف نے کئی صفحات میں یونان کے قدیم فلسفہ و مذہب اور بعد میں ان سے جو مکاتب فکر پیدا ہوئے، ان پر بحث کی ہے اور اس طرح اقبال کے موقف کا تاریخی پس منظر پیش کیا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ اسلامی ثقافت نے کلاسکیت کی جس حقائق گریزی، خیال پرستی اور باطنیت کا ایک زمانے میں خاتمہ کیا، کم و بیش اسی قسم کی کلاسکیت بعد میں نام نہاد مسلم ثقافت کا ایک لازمی جزو بن گئی اور وہ سب عیوب اس میں سرایت کر گئے، جو یونانی کلاسکیت کی خصوصیات تھے۔ مصنف کا کہنا یہ ہے کہ اسلام ایک ہمہ جہتی جمہوریت کا داعی تھا اور اس کے لیے ضرورت تھی معاشی، سماجی، سیاسی اور مذہبی و روحانی جمہوریت کی۔ اور اسلام نے اپنے دور اول میں اسے عملی جامہ پہنا کے دکھا دیا۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ حصول علم کے یہ جو تین طریقے ہیں، جن کا کہ اوپر بیان ہوا، کیا دنیا کی سب ترقی یافتہ قوموں میں یہ کسی نہ کسی حد تک مشترک تھے۔ ایک دور میں ایک قوم ان میں سے ایک طریقے کو دوسرے دو طریقوں پر مقدم رکھتی ہے۔ پھر دوسرا دور آتا ہے اور دوسرا طریقہ مقدم کر لیا جاتا ہے۔ اس طرح تمام قوموں کو کم و بیش ان ادوار سے گزرنا پڑتا ہے۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے تلک الایام نداولہا بین الناس۔

دوسرا باب "مسلم عقلیت اور اقبال" پر ہے۔ مصنف لکھتے ہیں: "وہ اسباب جنھوں نے اسلامی فقہ کو جامد اور غیر متحرک بنا کر رکھ دیا، ان پر بحث کرتے ہوئے اقبال اس رائے کا اظہار کرتے ہیں کہ ایک لحاظ سے معتزلہ کی تحریک عقلیت کے مقاصد کے بارے میں غلط فہمی کی وجہ سے اور ایک لحاظ سے بعض معتزلہ گروہوں کی بے عنان فکر آرائی کی وجہ سے قدامت پسند ارباب علم و فکر نے عقلیت کی اس تحریک

کو انتشار پیدا کرنے والی طاقت سمجھا۔ اس میں انھیں اسلام کی ہیئت اجتماعی کے استحکام کے لیے خطرہ نظر آیا۔ اور انھوں نے فقہی نظام کو زیادہ سے زیادہ سخت بنا کر اس کا تدارک کرنا چاہا۔ مصنف نے اس باب میں اقبال کے اس نقطۂ نظر کی وضاحت کی ہے۔ پہلے تو موصوف نے معتزلہ پر بحث کی ہے۔ ان کا کیسے ظہور ہوا؟ ان کا مظاہر فطرت پر زور۔ ان کا آزادیٔ ارادۂ انسانی کا عقیدہ اور صفات الٰہی کے بارے میں ان کی رائے، ان موضوعات پر گفتگو کرنے کے بعد اشعریت کی صورت میں معتزلہ کے خلاف جو ردِ عمل ہوا، اس کا بیان ہے۔ پھر امام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد ابن قیم نے اشعریت پر جو تنقید کی ہے اس کا سرسری ذکر ہے۔ اور آخر میں اس معاملے میں اقبال کی یہ رائے دی ہے کہ معتزلہ کی غلطی یہ تھی کہ انھوں نے حقیقت کو محض عقل سے ناپنا چاہا اور عقیدۂ مذہبی کو ایک تصور سمجھا۔

عقلیت کے خلاف جمہور مسلمانوں میں جو شدید ردِ عمل پیدا ہوا۔ اور کلام اور فلسفہ کو چھوڑ کر فقہ ہی کو جو علمی کاوشوں کا مقصود بنا لیا گیا تو اس کی ایک بڑی وجہ اس دور میں فرقہ باطنیہ اور اسماعیلیوں کا پوری اسلامی دنیا میں پھیل جانا بھی تھا۔ اسماعیلی دعوت کی بنیاد فلسفہ پر قائم تھی۔ اس فلسفہ سے ظواہر شرع کی اہمیت گھٹائی جاتی تھی اور بعض صورتوں میں شرع کا سرے سے انکار کیا جاتا تھا۔ پھر اسماعیلی دعوت نے ایک زبردست محارب طاقت کی صورت اختیار کر لی۔ اور اُدھر مغرب میں، مصر میں اس کی خلافت بھی قائم ہوگئی۔ اور اِدھر مشرق میں ہر علاقے میں اس کے خفیہ مرکز (Cells) بن گئے۔ اسماعیلیت کا یہ ایک فکری، اور اس کے ساتھ ہی ایک جارحانہ سیاسی سیلاب تھا۔ اس کی روک ایک تو فقہ کی مضبوط دیواروں سے کی گئی، دوسرے صوفیہ نے اس سیلاب کو قابو کر کے اس کا رخ اپنے مطابق موڑ لیا۔ گو تصوف میں امام حاضر یا امام غائب کی جگہ قطب، ولی اور مرشد نے لے لی لیکن اس نے شریعت کی فرضیت کا انکار نہیں کیا۔ البتہ اس "قبلہ" کو "قبلہ نما" منوایا۔ واقعہ یہ ہے کہ اسماعیلیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو اگر روکا تو تصوف نے روکا۔ مصنف نے اپنی بحث کو صرف معتزلہ تک محدود کر کے مسلمان جمہور میں عقلیت کے خلاف جو شدید ردِ عمل ہوا، اس کے سارے اسباب بیان نہیں کیے۔

تیسرے باب میں اقبال کے اسلامی تصوف کے بارے میں جو خیالات ہیں، ان کی شرح و توضیح ہے۔ تصوف کی ابتدا کس طرح ہوئی، اس کا ذکر کرنے کے بعد اس کے بعد کے ارتقا میں غیر اسلامی

عناصر کی اثراندازی کا بیان ہے۔ یہاں ہم یہ کہیں گے کہ جب یہ تسلیم ہے کہ حصولِ علم کا ایک طریقہ وجدان باطنی ہے۔ اور جب اسلامی تاریخ میں خارجی حالات ایسے پیدا ہو گئے کہ حساس اور ذہین طبائع کا رخ وجدان باطنی کی طرف ہو گیا تو تصوف کی قسم کی چیز کا پیدا ہونا ایک فطری امر تھا۔ اس کی نشو و نما اور ارتقا میں ان افکار و روایات کا اثر انداز ہونا جو ماحول میں جاری و ساری تھے، غیر متوقع نہ تھا۔

مصنف نے ایک جگہ لکھا ہے کہ بہت سی چیزیں جیسے امام معصوم یا قطب و ولی کا عقیدہ، قرآن کی تاویل اور ظاہر کی بجائے باطن پر زور، اسماعیلیوں اور صوفیہ دونوں میں مشترک ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں تحریکوں میں کچھ ربط تھا۔ بظاہر تو یہ بات صحیح معلوم ہوتی ہے لیکن بجائے اس کے اگر ہم یہ کہیں کہ اس دور میں مسلم معاشرہ جن حالات سے گزر رہا تھا، ان میں جمہور کو اس قسم کے باطنی و سماجی نظام کی ضرورت تھی تو شاید یہ زیادہ صحیح ہو۔

ایک تحریک کو اگر اس کے سماجی، معاشی اور روحانی و باطنی عوامل کے پس منظر میں دیکھا جائے تو اس کے اصل کا سراغ لگانا اور اس کے فروغ کے اسباب معلوم کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ کیا یہ واقعہ نہیں کہ تصوف نے اس عہد میں جب مسلمان معاشرہ اخلاقی و اجتماعی انتشار کا نشانہ بنا ہوا تھا، خانقاہی نظام دے کر اسے بہت کچھ سہارا دیا۔ اس عہد میں یہ خانقاہیں ہی تھیں، جب کہ ہر طرف بربریت، جہالت اور سرزوری و سرکشی کا گھمبیر اندھیرا چھایا ہوا تھا، جو چراغوں کا کام خواہ وہ کتنے ہی ٹمٹماتے کیوں نہ تھے، کام دے رہی تھیں۔ سفاک ترکوں کو رام کرنے اور انھیں اسلامی تہذیب کی روح سے ایک حد تک شناسا کرنے میں صوفیوں ہی کا ہاتھ تھا۔ بے شک زوال کا ایک مظہر ایک خاص قسم کا تصوف تھا۔ لیکن یہ زوال کا مظہر تھا، اس کا محرک و باعث نہ تھا۔

مصنف نے تصوف کے دو سب سے بڑے مفکروں اور مصنفوں ابن عربی اور سہروردی المقتول کے بنیادی تصورات کا خلاصہ دینے کے بعد امام ابن تیمیہ کی ان پر جو تنقید ہے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ پھر مجدد الف ثانی کے وحدت الوجود پر محاکمہ کا ذکر ہے۔ اور آخر میں تصوف کے متعلق اقبال کا نقطۂ نظر پیش کرتے ہوئے لکھا ہے "اقبال کے پیش نظر مرد مومن یا مرد کامل کا جو تصور تھا، اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ تصوف کے احیا کے کچھ زیادہ خواہش مند نہ تھے۔ البتہ وہ یہ ضرور چاہتے تھے

کہ تصوف کی تحریک نے انسانی کردار کی بعض جو خصوصیات پیدا کی ہیں، وہ محفوظ رہیں۔ مختصر الفاظ میں ان کے نزدیک یہ اپنی متصوفانہ کردار عہد حاضر کے چیلنج کا جواب نہیں ہو سکتا۔

"اسلامی ڈیموکریسی اور اقبال" میں مصنف نے بتایا ہے کہ اقبال نہ تو فاشسٹی آمریت کے علمبردار تھے۔ اور نہ وہ کمیونزم کی طرف رجحان رکھتے تھے۔ دراصل ان کے سیاسی افکار کو ان کے فلسفیانہ افکار کے مجموعی خاکے میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔ اقبال کے نزدیک اسلام بحیثیت ایک سیاسی نظام کے عقیدۂ توحید کو عملی شکل دینا چاہتا ہے۔ "وہ خدا سے وفاداری کا طالب ہے، شاہی تختوں سے نہیں۔ اور چونکہ خدا پوری کائنات زندگی کی آخری روحانی بنیاد ہے، اس لیے خدا سے وفاداری سے فی الواقع مراد انسان کی خود اپنی مثالی فطرت سے وفاداری کے ہیں۔" مصنف کا کہنا ہے کہ اقبال کے سیاسی فلسفہ کے دو غالب تصورات یہ ہیں: ایک فرد کی فردیت پر ان کا ایمان اور دوسرا ہر قسم کی قومیت (نیشنلزم) کی ان کی مخالفت۔

کتاب کے آخری دو باب "مسئلہ اجتہاد" اور "جدید دنیا میں" اسلامی قانون سازی" ہیں۔ اجتہاد پر اقبال نے اپنے خطبات میں تفصیل سے بحث کی ہے۔ مصنف نے اسے اور پھیلایا ہے۔ اسلام میں فقہ و قانون کی اولیں بنیاد قرآن اور پھر سنت نبوی ہے۔ مصنف نے لکھا ہے کہ فقہ کے قدیم ترین مکاتب جیسے حنفی اور مالکی مذاہب میں قانون سازی کے سلسلے میں محض روایات کے بجائے "رائے" پر زیادہ انحصار تھا۔ اسی کے نتیجے میں "سنت" کی تشکیل عمل میں آئی۔ "سنت" میں رسول اکرمؐ اور صحابہ و تابعین سے مروی روایات کے اصل مقصود کو نہ کہ ان کے صرف ظاہری الفاظ کو پیش نظر رکھا جاتا تھا۔ لیکن امام شافعی نے آکر "سنت" کو حدیث کا اس کے ظاہری معنی میں مرادف بنا دیا۔ اور بعد میں مجموعی طور پر اہل سنت کے سب مکاتب نے، حنفیوں اور مالکیوں نے بھی، اسی تعریف کو بہت حد تک قبول کر لیا۔ مصنف کے نزدیک بعد کی صدیوں میں اجتہاد کا دروازہ بند مان لینے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی۔ وہ لکھتے ہیں کہ اقبال نے جہاں اس کی دوسری وجہیں بتائیں، وہاں اس کا ذکر نہیں کیا۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ مالکی اور حنفی فقہوں کے اسلامی دنیا کے بڑے بڑے علاقوں میں اس قدر فروغ پانے کے باوجود ان کا قانون سازی میں "رائے" کے ذریعہ اجتہاد کرنے کا رجحان اور مسلک آہستہ آہستہ کیوں کمزور پڑ گیا۔ اور "سنت" کے حنفی اور مالکی تصور پر "حدیث" کا شافعی تصور کیوں

کلی طور پر غالب آ گیا؟ بے شک اس کو ایک حد تک معتزلہ کی بے کار کی عقل پرستی اور صوفیہ کی باطنیت کا ردِّ عمل قرار دیا گیا ہے۔ لیکن یہ اس سوال کا پورا جواب نہیں۔ آخر خود حنفیت اور مالکیت نے شافعیت کے اس رجحان کو کیوں نہ روکا۔ اور امام ابوحنیفہ اور ان کے قریبی شاگردوں، اسی طرح امام مالک اور ان کے متبعین کے مسلک "رائے" نے مزید ارتقا کی راہ کیوں نہ طے کی۔ ظاہری روایات پر حد سے زیادہ زور دینے کے نتیجے میں ایک طرف اسماعیلیت جیسی باطنی تحریک ابھری اور دوسری طرف تصوف نے جو ظاہری معنوں کے ساتھ ساتھ باطنی معنوں کے بھی قائل تھے، فروغ پایا۔ ضرورت تھی کہ اس سوال کا جواب ڈھونڈا جاتا۔ مصنف نے علامہ اقبال کی شروع کی ہوئی کسی بحث کو آگے نہیں بڑھایا بلکہ افسوس سے ذرا بھونڈے (ے Robust) الفاظ میں یہ کہنا پڑتا ہے کہ بس مکھی پر مکھی ماری ہے۔ وہ اس باب میں خواہ مخواہ حنفی و مالکی فقہوں کی فنی باریکیوں میں پڑ گئے۔ اس کے بجائے اگر وہ اس پورے دور کا جس میں کہ 'رائے' 'اجتہاد و اجماع' کی یہ قلب ماہیت ہوئی تاریخی و سیاسی پس منظر پیش کرنے کی کوشش کرتے تو اقبال کی مسئلہ اجتہاد کی یہ بحث زیادہ سمجھ میں آتی۔

جدید دنیا میں اسلامی قانون سازی مسلمان ملکوں کی نمائندہ اسمبلیوں کے ذریعہ ہو۔ یہ علامہ اقبال کی رائے ہے۔ مصنف نے اس پر صاد کیا ہے، لیکن اس پر ایسی شرطوں کا اضافہ کیا ہے جنھیں پورا ہونے میں غالباً عرصہ دراز لگے گا۔ اور کوئی کہہ نہیں سکتا کہ جب یہ پوری ہوں گی تو اس وقت مسلم معاشرہ خود کتنا بدل چکا ہوگا۔ وہ شرطیں یہ ہیں: جمہوری نظام حکومت، عام تعلیم، لوگوں کا زیادہ سے زیادہ اچھی تعلیم حاصل کر کے سیاسی و اجتماعی امور میں حصہ لینا۔ ایک موزوں اور معقول نظام تعلیم جس میں مذہبی ضرورتوں اور عوام کے مفادات کا پورا خیال رکھا جائے۔ مصنف کے نزدیک ان کو پورا کرنے کے لیے ہمیں اپنی معاشی زندگی میں بنیادی تبدیلیاں کرنا ہوں گی، کیونکہ عام تعلیم، زیادہ سے زیادہ تعلیم اور مذہبی لحاظ سے باشعور ملت کی تعمیر صرف اسی صورت میں ممکن ہو گی، اگر دولت کی تقسیم وسیع سے وسیع تر ہو اور آبادی کی غالب تعداد کے لیے معاشی مواقع میسر ہوں۔

لیکن ہم جناب مظہر الدین صدیقی سے یہ پوچھیں گے کہ یہ باتیں جو آپ نے گنائی ہیں، اور جن پہ کہ اسلامی قانون سازی آپ کے نزدیک منحصر ہے، آخر خیال سے کس طرح عمل میں لائی جائیں۔ کیا اس پر یہ مقولہ صادق نہیں آئے گا۔

۵۹ <- اظہار الحق - مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی
تبصرے
(ابن کلکٹر) اردو ترجمہ

تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود

اجتہاد اور جدید دنیا میں اسلامی قانون سازی کے موضوع پر کوئی پچاس صفحے لکھنے کے بعد زیر نظر کتاب کا اختتامیہ یوں ختم ہوتا ہے:

"..... بدقسمتی سے ہم نظام قانون کو اس کے استحقاق سے زیادہ اہمیت دے رہے ہیں اور اس طرح معاشی انصاف کے سوال کو نظر انداز کرنے کا خطرہ مول لے رہے ہیں، جو ہمارے لیے بحیثیت ایک قوم کے فیصلہ کن اہمیت کا مالک ہے۔"

مظہر الدین صدیقی صاحب انگریزی بڑی صاف لکھتے ہیں، اور ان کا اسلوب بڑا رواں ہے۔ اس میں شک نہیں کہ انھوں نے یہ کتاب لکھ کر علامہ اقبال کے بعض مباحث کو زیادہ واضح کر دیا ہے۔ ہمارے نزدیک اگر وہ کتاب کا موضوع صرف Concept of Muslim Culture رکھتے اور اس سے متعلق بحثوں میں صرف علامہ اقبال پر اکتفا نہ کرتے بلکہ اس عہد کے اور اہل قلم کو بھی لے لیتے اور اقبال کے ان افکار کے اظہار کے بعد سے لے کر آج تک ان چالیس سالوں میں ان امور پر جو کچھ اور لکھا گیا اور سوچا گیا، اسے بھی پیش نظر رکھتے تو ان کی کتاب کی افادیت میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا۔ بہر حال اقبالیات پر یہ ایک اچھی کتاب ہے۔

بائبل سے قرآن تک مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی کی عربی کتاب "اظہار الحق" کا اردو ترجمہ اور شرح و تحقیق (جلد اول) قیمت ۱۵/ روپے

ناشر مکتبہ دار العلوم کراچی ۱۴

مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی ہمارے ان بزرگوں میں سے ہیں، جنھوں نے ۱۸۵۷ء کے ہنگامۂ خوں ریز سے پہلے مسیحی مشنریوں کے حملوں کا جو اس زمانے میں بڑے زور شور سے اسلام پر کیے جا رہے تھے، مقابلہ کیا اور انھیں ناکام بنایا۔ پھر ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں حصہ لیا اور انگریز کے خلاف جہاد کیا۔ اس کے بعد ہجرت کر کے حجاز تشریف لے گئے، جہاں آخر وقت تک اسلام کی خدمت میں مصروف رہے۔

حضرت مولانا نے یہ کتاب استنبول کے زمانہ قیام میں لکھی اور آج سے ۱۰۹ سال پہلے ۱۲۸۱ھ میں اس کا پہلا ایڈیشن استنبول میں چھپا۔ اس کا عربی سے ترکی زبان میں "ابراز الحق" کے نام سے ترجمہ